

ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۲/۵ جولائی، دسمبر ۱۹۹۷ء

ازواجِ مطہرات کی تفسیری روایات

ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد بن مظهر صدیقی

امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح کی کتاب التفسیر میں جن صحابہ کرامؓ سے تفسیری روایات نقل کی ہیں ان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ امام بخاریؒ نے قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے مطابق ان کا اندراج کیلئے یہی طریقہ امام ترمذیؒ کی جامع صحیح میں پایا جاتا ہے۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ کی روایات کی ترویج احمد عبدالرحمن ابن الساعی نے کی ہے۔ امام مسلمؒ کی کتاب التفسیر بہت مختصر ہے۔ اور محدود ہے چند آیات کی تفسیر اس میں پائی جاتی ہے۔ دوسری کتب احادیث میں تفسیر کے عنوان سے زیادہ تر علیحدہ کوئی کتاب یا باب نہیں ہے۔ دوسرے ابواب میں البتہ کچھ تفسیری / قرآنی روایات ملتی ہیں۔ محدثین نے ہر آیت کی تفسیر نہیں بیان کی ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم سے قرآن کریم کی بہت کم آیات کی تفسیر مشغول ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے بھی کم۔ علامہ سید سلیمان ندوی کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ زیادہ تر تفسیری روایات تابعین کے اقوال و آراء پر مبنی ہیں۔ دراصل اس باب میں یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ عہد نبویؐ سے قربت اور بعد تفسیری روایات کی قلت و کثرت کا بالترتیب ذمہ دار ہے۔ صحابہ کرامؓ چونکہ شرفِ محبت سے فیضیاب ہوتے تھے اور عربی زبان و ادب کے مزاج آشنا، وحی الہی کے نزول کے اسباب و اوقات کے عینی شاہد تھے اس لیے ان کو تفسیر و تشریح کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ پھر عہد نبوتؐ میں زیادہ تر مسلمان عرب تھے اور قرآن کریم ان کی اپنی زبان میں تھا اور ان کو اتنی تفسیر و تشریح کی ضرورت نہ پڑتی تھی بعد کے عرب اور بالخصوص عجم کے مسلمانوں کو جو عہد نبوتؐ سے دور اور غیر عربی زبان بولنے والے ہونے کے سبب اس کے زیادہ محتاج تھے۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں عبداللہ بن عباسؓ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ

تفسیری روایات منقول ہونے کے اور اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ انھوں نے مسلم امت کی خوش قسمتی سے عہد نبوی کے بعد کافی طویل زمانہ پایا۔ اور اس زمانہ میں مختلف ممالک اور اقوام میں اسلام پھیلا اور ان کو قرآن بھی کے لیے زیادہ روایات و تشریحات کی ضرورت پڑی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری روایات کا تجزیہ و جائزہ مضمون و موضوع کے اعتبار سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس سے حضرت ام المومنین کی قرآنی فکر و تدبر اور تفسیری فقہانیت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے آسان تجربہ یہ ہے کہ امام بخاری کے طریقہ کی پیروی میں ہر سورہ کی مختلف آیات میں ان کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ لیا جائے تاکہ درجہ بدرجہ سورہ بسورہ ان کے عطیہ قرآنی کا اندازہ ہو جائے۔ آسانی کی خاطر دوسرا طریقہ اختیار کرنا معزوں سمجھا گیا ہے۔ دوسری اہمات المومنین سے حدیث کی روایات ہی کم مری ہیں اور قرآنی تفسیری روایات ان سے بھی کم۔ اس مضمون میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات نقل کی گئی ہیں اور ان کے بعد دوسری ازواجِ مطہرات کی جو روایات مل سکیں ان کو جمع کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک مختصر تجزیہ میں ان اولین خواتین اسلام اور امت اسلامی کی ماؤں کے عطیہ قرآنی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بسم اللہ اور سورہ فاتحہ کے بارے میں حضرت عائشہ کی کوئی تفسیری روایت امام بخاری کی کتاب التفسیر میں مذکور نہیں ہے۔ سورہ بقرہ کے بارے میں حضرت عائشہ کا اولین بیان یہ ہے کہ وہ اور سورہ نسا آپ پر اس وقت نازل ہوئیں جب میں آپ کے پاس تھی یعنی مدینہ میں۔ اور اس کے متعلق ان سے جو پہلی تفسیری روایت منقول ہے وہ آیت کریمہ ۱۲۶: وَادِّخِرْهُمْ أَهْلَهُمْ أَهْلَهُمْ أَهْلَهُمْ کی ہے۔ انھوں نے اس ضمن میں وہ حدیث نبوی پیش کی ہے جس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ تمہاری قوم نے کویہ کی عمارت کو تعمیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کے قواعد (بنیادوں) کو کم کر دیا ہے۔ (۲ مقصود ۲)۔ حضرت عائشہ کی اس درخواست پر کہ آپ اے ابراہیم بنیادوں پر تعمیر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرتا اگر تمہاری قوم نے کفر و جہل ہی نہ جوڑا ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس روایت کی تصدیق یوں کی کہ حجر کے قریب ولے دونوں کنوؤں کا استلام (بوسہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کر دیا تھا کیونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ابراہیمی بنیادوں پر نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی اس کی تکمیل کی گئی تھی۔ (لکھنؤیہ ۲)۔ ابن حجر نے بیہقی کی سند پر حضرت عائشہ کی ایک روایت

یہ بیان کی ہے کہ مقام ابراہیم خانہ کعبہ سے متصل تھا اگر بعد میں حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اسے موجود جگہ پر منتقل کر دیا۔ سورہ بقرہ کی دوسری آیت جس کی تفسیر حضرت عائشہؓ سے مروی ہے آیت کریمہ ۱۵۸: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَابِ الْوَالِدِ الخ ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ میرا سن کم تھا جب میں نے حضرت عائشہؓ سے اسکی تفسیر پوچھتے ہوئے کہا کہ اس کے مطابق صفاد و مردہ کا طواف (سعی) نہ کرنے والے پر میرے خیال میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں۔ اگر بات وہ ہوتی جو تم کہتے ہو تو آیت یوں ہوتی: فَلَا جُنَاحَ اَنْ لَا يَطُوفَ بِهَا۔ یہ آیت دراصل انصار کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ مناة ابنت اہل اہل (طوان) سعی کیا کرتے تھے جو قدید نامی مقام کے نزدیک تھا اور صفاد و مردہ کے درمیان سعی و طواف ناپسند کرتے تھے (کاذا تخریجوں)۔ اسلام آنے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ امام بخاری نے اس کے متعلق بعد حضرت انس بن مالک کی تائیدی روایت نقل کی ہے کہ ہم اے عہد جاہلیت کی رسم سمجھا کرتے تھے اور اسلام لانے کے بعد ہم نے اسے ترک کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ شارحین حدیث نے ان دونوں حدیثوں پر کلام کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ان میں یہ آسانی تطبیق کی جا سکتی ہے۔ انصار مناة کی سعی بھی عہد جاہلیت میں کیا کرتے تھے جب اسے چھوڑا تو صفاد و مردہ کو بھی چھوڑ دیا۔ امام بخاری نے یہ حدیث کئی مواقع پر بیان کی ہے اور ہر جگہ اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ اور اختلاف ہے۔ مثلاً اسی کتاب التفسیر کے ایک اور باب میں انھیں حضرت عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ کے فرمان کے مطابق جو لوگ مناة ظاغیہ سے جو مثل میں واقع ہے احرام باندھا کرتے تھے (اُھلّے) وہ صفاد و مردہ کے درمیان طواف سعی نہیں کیا کرتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ان کا طواف کیا ہے۔ حضرت سفیان جو اس کے راوی ثانی ہیں، تشریح کرتے ہیں کہ مناة قدید کے قریب مثل میں واقع تھا بعد الرحمن بن خالد نے حضرت امام زہری کے واسطے سے حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی انصار اور غسان اسلام لانے سے قبل مناة سے احرام باندھا کرتے تھے۔ باقی حدیث یہی کی مثل ہے۔ اسی سند سے عموماً روایت یہ ہے کہ بقول حضرت عائشہ صدیقہ انصار میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو مناة سے احرام باندھا کرتے تھے۔ (کافان)

رجال من الانصار ممن كان يمل غناتاً) اور مناة مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم صفاد مردہ کے درمیان مناة کی تعظیم کے سبب طواف نہیں کرتے ہیں۔ باقی حدیث اوپر کے جیسی ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اس روایت کو صرف باب وجوب الصفاد مردہ سے نقل کر دیا ہے اور البقیہ روایتیں نہیں دی ہیں جس سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس باب میں امام بخاری نے جو روایت نقل کی ہے وہ ابوالیمان کی سند پر شعیب کے واسطے سے زہری کی ہے اور زہری نے اسے حضرت عروہ کے واسطے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے سے قبل مناة طاغیہ جس کی وہ عبادت کرتے تھے کے پاس سے احرام باندھا کرتے تھے اور وہ مناسک کے پاس تھا۔ وہاں جو احرام باندھتا وہ صفاد مردہ کے طواف میں حرج سمجھتا۔ اسلام لانے کے بعد آپ سے اس باب میں انھوں نے پوچھا تو یہ آیت اللہ نے نازل کی حضرت عائشہ نے مزید اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا ہے لہذا کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان طواف کو ترک کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے جب ابوبکر بن عبد الرحمن کو اس کی خبر دی تو انھوں نے کہا بلاشبہ علم یہ ہے۔ اس باب میں بہت کچھ میں نے سنا ہے۔ میں نے بہت سے اہل علم سے حضرت عائشہ کے قول کے بخلاف یہ بھی سنا کہ لوگ مناة سے احرام باندھتے تھے ان میں سے سب کے سب صفاد مردہ کا بھی طواف کیا کرتے تھے مگر جب اللہ نے کعب کے طواف کا ذکر کیا اور قرآن میں صفاد مردہ کا ذکر نہیں کیا تو انھوں نے کہا کہ طواف صفاد مردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لہذا یہ آیت اتری۔ ابوبکر کا بیان ہے کہ یہ آیت دراصل ان دونوں فریقوں کے باب میں اتری جو جاہلیت میں صفاد مردہ کے طواف میں حرج سمجھتے تھے اور ان کے باب میں بھی جو طواف کیا کرتے تھے مگر اسلام کے آنے کے بعد ان کے طواف میں اس بنا پر حرج سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے کعب کے طواف کا ذکر کیا ہے مگر صفاد مردہ کا ذکر نہیں کیا حتیٰ کہ ان کا بھی ذکر آگیا امام احمد نے عروہ بن زہری کی سند پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کریمہ کے بارے میں دو روایتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں (۱۵)۔

امام مالک نے اپنی موطا میں امام بخاری کی پہلی روایت نقل کی ہے جس میں یہ ذکر آیا ہے

کہ آیت قرآنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو مناة سے احرام باندھا کرتے تھے اور وہ قید کے مقابل تھا اور وہ صفاد مردہ کا طواف میں حرج سمجھتے تھے۔ اسلام کے بعد انھوں نے آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ امام مسلم نے اپنی سند سے عروہ بن زبیر کی یہی روایت تین طرح سے بیان کی ہے چند الفاظ کے فرق و اختلاف کے سوا ان کا مفہوم وہی ہے مگر بعض فرق کافی اہم ہیں مثلاً پہلی روایت میں اس آیت کریمہ کے نزول کو ان انصار کے بارے میں بتایا گیا ہے جو جاہلیت میں ساحل سمندر (شاطئ البحر) کے دو بتوں (صنعتین) سے احرام باندھا کرتے تھے جن کو اسات و نائل کہا جاتا تھا۔ پھر وہ اکہ آئے اور صفاد مردہ کے درمیان طواف کرتے پھر حلق کراتے۔ اسلام آنے کے بعد انھوں نے ان دونوں کے درمیان طواف کرنے کو اس لیے مکروہ سمجھا کہ وہ اسے جاہلیت میں ادا کیا کرتے تھے لہذا یہ آیت اللہ نے اتاری اور انھوں نے ان کا طواف کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ مناة سے احرام باندھنے کا سبب وہ یہ سمجھتے تھے کہ صفاد مردہ کے درمیان ان کی طواف کرنا جائز حلال نہیں ہے۔ تیسری روایت میں یہ اختلاف ہے کہ انصار اور غسان مناة کا اہلال کرنے اور صفاد مردہ کے درمیان طواف میں حرج سمجھتے کہ ان کے آباؤ کی یہ سنت تھی کہ جو شخص مناة کے لیے احرام باندھتا تھا وہ صفاد مردہ کا طواف نہیں کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد انھوں نے آپ سے اس باب میں پوچھا تو یہ حکم الہی اترا۔ امام ترمذی نے اپنی جامع کی کتاب التفسیر میں امام بخاری کی تیسری روایت کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے مگر مفہوم وہی ہے اور اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

ان تمام روایات کے تجزیہ سے جو حقیقت ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ انصار میں اور غسان میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو جاہلیت میں مناة (بت) اور صفاد مردہ دونوں کا طواف (اسی) کیا کرتے تھے اور اسلام لانے کے بعد دونوں کو جاہلی بدعت سمجھ کر ترک کر دیا۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے انصار بھی تھے جو مناة کے سعی و طواف کے احترام میں صفاد مردہ کا طواف نہیں کرتے تھے کہ اس میں ان کو اپنے قومی بت کی توہین یا تحقیر نظر آتی تھی۔ قرآن مجید کی اس آیت کو مکر نے صحیح صورت حال واضح کر دی۔ ان میں امام مسلم کی روایت جس میں اسات و نائل کا طواف کرنے کا ذکر ہے شاذ ہے۔ اور غل نظر بھی ہے کہ کسی نے ان دونوں بتوں کا ذکر اس ضمن میں نہیں کیا ہے۔ البتہ کتاب الحج میں امام مسلم کی کئی دوسری روایات بخاری و ترمذی وغیرہ کی مانند نقل ہوئی ہیں^(۶)

سورہ بقرہ کی تیسری آیت جس کی تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ آیت کریمہ ۸۳: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ** الخ ہے۔ یہ بھی زہری کے ذریعہ عروہ سے منقول ہے۔ اس کے مطابق رمضان سے قبل عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ پھر جب رمضان کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے (عاشوراء کا) روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔ ہشام کی سند پر عروہ سے ایک اور روایت عائشہ صدیقہ منقول ہے اور اس میں یہ فرق ہے کہ عاشوراء کا روزہ قریش جاہلیت میں رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھا کرتے تھے۔ مدینہ آنے کے بعد بھی آپ رکھتے رہے اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیتے رہے۔ رمضان کے نزول کے بعد رمضان کا روزہ فرض ہو گیا اور عاشوراء کا چھوڑ دیا گیا لہذا جو چاہتا وہ اس کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا اسے نہ رکھتا۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی تائید میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی اسی مفہوم کی روایات نقل کی ہیں اگرچہ کچھ اختلاف فرق کے ساتھ امام ترمذی اور امام حمزہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر سرے سے بیان ہی نہیں کی ہے، نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ کسی اور صحابہ یا صحابیہ سے۔^(۱۹۹)

حضرت عائشہ صدیقہ سے سورہ بقرہ کی چوتھی آیت کی تفسیر آیت کریمہ ۱۹۹: **ثُمَّ أَفْضُوا مِنْ** حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ کی امام بخاری نے نقل کی ہے۔ یہ روایت بھی عروہ بن زبیر سے ان کے فرزند ہشام نے نقل کی ہے۔ اس کے مطابق قریش اور حواری کے دین کو اختیار کرتے تھے وہ لہج میں، مزداد میں و قوف کیا کرتے تھے اور وہ جس کہلاتے تھے جبکہ دوسرے تمام عرب عرفات میں وقوف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ عرفات جلا کر لیں وہاں قیام و وقوف کیا کریں اور وہیں سے لوٹا کریں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے قول کا مطلب ہے۔ امام احمد و ترمذی نے پھر اس آیت کی تفسیر کا ذکر نہیں کیا ہے^(۲۰۰) لیکن امام ترمذی نے امام بخاری سے سورہ بقرہ کی پانچویں آیت کی تفسیر عائشہ صدیقہ سے اتفاق کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آیت کریمہ ۲۱۷: **مِنَ اللَّحْظَاتِ** کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مغفوف شخص قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے اس کی ایک متابع روایت بھی نقل کی ہے جو سفیان، بہن جریج اور ابن ابی ملیک کی سند پر منقول ہے جبکہ امام ترمذی

نے روایت کو حدیث حسن قرار دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ایک منافق (مدینہ) انفس بن خریق کے بارے میں نازل کی گئی تھی کہ اس میں ایسے ہی خصال بد تھے^(۹)

امام بخاری نے سورہ بقرہ میں ایک اہم آیت کی تفسیر جو اصل سورہ یوسف کی ہے، حضرت عائشہ سے ان کی چھٹی تفسیر سورت کے طور پر بیان کی ہے وہ آیت کریمہ: **اِذَا سَأَلَكَ السَّئِلُ فَقُلْ إِنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوا** الخ ہے۔ ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس آخری لفظ کو کذبوا یعنی مخفف پڑھا کرتے تھے میں نے پوری آیت کی ان سے تلاوت سن لینے کے بعد عروہ بن زبیر سے ملاقات کی اور ان سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: **مَآذِ اللّٰهِ! اللّٰہ کی قسم! اللہ نے اپنے رسول سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا اس کے بارے میں وہ یہ جانتے تھے کہ ان کی موت سے قبل ضرور پورا ہو جائے گا لیکن رسولوں کے ساتھ ابتلاؤں و آزمائش ہمیشہ لگی رہی ہے حتیٰ کہ ان کو یہ خوف ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ دلے ہی ان کی تکذیب نہ کرنے لگیں لہذا وہ اس لفظ کو کذبوا یعنی مشدد پڑھا کرتی تھیں۔ امام احمد و ترمذی نے اپنی مسند و جامع کے ابواب تفسیر میں اس آیت کی تفسیر نہیں نقل کی ہے۔^(۱۰)**

سود کی حرمت اور شراب کی تجارت کی تحریم کے بارے میں سورہ بقرہ کی آخری آیات (۸۱-۷۵) کی تفسیر اس سورہ کی حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ساتویں تفسیر ہے جو امام بخاری کے ہاں پائی جاتی ہے۔ امام موصوف نے اس حدیث و تفسیر کو کئی ابواب کے تحت نقل کیا ہے۔ ان کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ ربا کے بارے میں سورہ بقرہ کی آخری آیات اتریں تو رسول اللہ علیہ وسلم (گھر سے اٹکے اور مسجد میں جا کر ان کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور پھر شراب کی تجارت بھی حرام قرار دے دی اس کے بعد کی متصل حدیث ابن عباس میں سود کی حرمت سے متعلق آیت کو آخری اترنے والی آیت قرار دیا ہے۔^(۱۱) امام احمد و امام ترمذی کے ہاں اس آیت کریمہ کی تفسیر نہ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور نہ کسی اور صحابی کریم سے۔ امام بخاری کے ہاں سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہی حضرت عائشہ کی آخری تفسیر بھی ہے۔ گویا کہ سورہ بقرہ کی ۲۸۶ آیات میں سے کل ۵۵ آیات سورہ بقرہ کی تفسیر امام بخاری نے بیان کی ہے اور ان میں سے کل سات آیات کی تفسیر حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ اگر آیات ربو کے بارے میں حضرت عائشہ کی حدیث

ازواجِ مطہرات ...

کو امام بخاری کے طریقہ کے مطابق اتنی ہی تعداد میں گن لیں تو ان کی تعداد سات سے بڑھ کر گیارہ ہو جاتی ہے۔ امام بخاری کے سوا امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی نے بھی متعدد آیات سورہ بقرہ کی تفسیر بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے جیسا کہ اوپر کی بعض آیات کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں بیان بھی ہوا ہے۔ ان تینوں مؤخر الذکر محدثین کرام کے ہاں بعض اور تفسیرات عائشہ منقول ہیں جن کو امام بخاری نے نہیں روایت کیا ہے۔ یہاں ان کا ایک مختصر تجزیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیان مکمل ہو جائے۔ امام مالک بن انس، امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی تینوں نے سورہ بقرہ کی آیت کریمہ ۲۲۸: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾ کی ایک تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کی ہے۔ دونوں کی روایت تقریباً یکساں ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے مولیٰ حضرت ابویونس کو اپنے لیے ایک مصحف لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تم اس آیت کریمہ پر پہنچو تو مجھے خبر کرنا چنانچہ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ کو اس آیت لکھنے کے وقت اطلاع دی تو انھوں نے مجھے آیت کریمہ اس طرح املا کر لی کہ ﴿وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾ کے بعد ﴿وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾ کا فقرہ اضافہ کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ امام ترمذی نے صلوٰۃ الوسطیٰ سے صلوٰۃ عصر مراد قرار دینے والی ایک حدیث حضرت سمر بن جندب اور ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود سے نقل کی ہے جبکہ امام ترمذی اور امام بخاری دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک تائیدی حدیث یہ نقل کی ہے کہ حضرت علی کے بیان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب و خندق کے دن مشرکوں کے لیے بد دعا کی کہ انہاں کی قبروں کو آگ سے بھرو گے کہ انھوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ سے روک رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ یعنی اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کے بعد اس کی تفسیر بھی کی ہے حضرات زید بن ثابت، ابو ہریرہ اور ابو ہاشم بن عتبہ سے بھی یہی مراد ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دراصل اس باب میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر لیتے ہیں اور نہ کو نہ بالا بزرگوں کے علاوہ ابراہیم نخعی، قتادہ بن دعامہ، حسن بصری، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب وغیرہ شامل ہیں جبکہ حضرت عمر بن خطاب، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، معاذ بن جبل، جابر بن عبد اللہ، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، جابر وغیرہ نماز فجر کو صلوٰۃ وسطیٰ سمجھتے ہیں۔ فقہاء میں سے امام مالک اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ لیکن اکثر سنیوں کا مسلک وہی ہے جسے حضرت عائشہ کا ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے اس کے سلسلے میں کافی قوی دلائل دیئے ہیں اور بحث کو منفع کر دیا ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سورہ بقرہ کی جس آخری آیت کی تفسیر مودی ہے وہ آیت کریمہ ۲۸۱: **وَاِنْ تُبْدُوا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْا مِنْهَا سَبِكُمْ بِهِنَّ** البقرہ اور سورہ نسا کی آیت کریمہ ۱۲۳: **مَنْ يَفْعَلْ سُوءًا يَخْتَرِبْ** کی تفسیر ہے حضرت امیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے جب ان دونوں آیات کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے جب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا ہے کسی نے اس کے متعلق سوال نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا تھا: یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی آزمائش و معرزش (معاذ اللہ) ہے کہ وہ اس کے ذریعہ بندے کو بخار، پریشانی (ذکبہ) وغیرہ کے ذریعہ آزمائے گا حتیٰ کہ کوئی چھوٹی سی چیز (بضاعۃ) وہ اپنی قمیص کی آستین میں رکھ کر گم کر دیتا ہے اور اس کے لیے پریشان ہوتا ہے۔ ان سب پریشانیوں کے بدلے اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے گناہوں سے ایسے ہی پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح سرخ سونا بھٹی سے کھرا نکلتا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ اور تصریح کر دی ہے کہ اس روایت کو ہم صرف حماد بن سلمہ کی سند سے ہی جانتے ہیں۔ امام احمد کے ہاں سورہ نسا کی آیت کریمہ کے بارے میں ایک اور مختصر روایت یہ آئی ہے کہ ایک شخص نے یہ آیت تلاوت کر کے کہا: اگر ہم کو ہمارے ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا تب تو ہم ہلاک ہو گئے۔ آپ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا: ہاں۔ دنیا میں مسلمانوں کو ہر وہ اذیت جو ان کو جسمانی طور پر پہنچتی ہے، اس کے بدلے ان کو جزا دی جائے گی۔ شراح نے اس سے ہر معیت و تکلیف مراد لی ہے۔ ان کے ہاں سورہ بقرہ کی کل پچیس آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ کے اندر وغیرہ کی آیات الگ شمار کرنی جائیں تو چند آیات کا اور اضافہ ہو جائے گا جبکہ امام المومنین حضرت عائشہ سے ان کی حدیث کی کل تعداد صرف تین ہے۔ اگرچہ ان تینوں تفسیری حدیث کی عددی اہمیت اتنی نہیں ہے تاہم ان کی کیفیت کے لحاظ سے بڑی اہمیت ہے۔ نمازوں میں نمازِ عصر کا جو مقام و ترتیب قرآن مجید نے متعین کیا تھا اس کی تشریح و تعبیر امام ترمذی کی روایت سے ہی ہوتی ہے۔ دوسری روایات سے بھی اگرچہ استنباط کیا جاسکتا تاہم وہ قیاس و رائے ہی پر مبنی رہے گا۔ امام ترمذی نے اس روایت کے ذریعہ اس کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ پھر وہ یہ روایت ہے جو مرفوع ہے کہ

ازدواجِ مطہرات ...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و تشریح پر مبنی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے حدیث عائشہ کی تائید و توثیح میں کہا ہے اور دوسری کتابوں سے اس کے شواہد لائے ہیں۔ اسی طرح دلوں کے خیالات و اکتسابات کے بارے میں ان کی روایت کردہ حدیث ام المومنین نے ایک اہم انسانی عمل و خیال کے بارے میں حکم الہی کی وضاحت کر دی ہے حافظ ابن حجر کی تشریح و بحث سے یہ مقام بھی خوب منقح ہو جاتا ہے۔

دوسری ازدواجِ مطہرات سے عام حدیث کی روایات بھی کم منقول ہیں اور تفسیری روایات تو ان سے بھی کم مروی ہوئی ہیں۔ بہر کیف کہیں کہیں ان میں سے بعض احادیث کی روایت مل ہی جاتی ہے۔ ان نادر روایات میں ایک وہ ہے جو امام مالک اور امام ترمذی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت کریمہ ۲۳۸: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾ کے بارے میں امام مالک نے زید بن اسلم کے واسطے سے عمرو بن رافع سے نقل کیلئے کریں ام المومنین حضرت حفصہ کے لیے ایک مصحف لکھوا تھا اور انھوں نے مجھے تاکید کی تھی کہ جب اس آیت پر پہنچیں تو ان کو خبر کر دوں۔ ان کے ارشاد کی تعمیل میں جب ان کو خبر دی تو انھوں نے صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر کے بطور صلوٰۃ العسکرا اضافہ کر لیا۔ حضرت عائشہ کی روایت کے برخلاف حضرت حفصہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت عائشہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد فائدہ میں یہ تشریح کی کہ اس باب میں حفصہ سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حافظ ابن المنذر کا بیان ہے کہ عبید اللہ بن رافع سے ام المومنین حضرت ام سلمہ نے ایک مصحف لکھوا تھا اور پھر انھوں نے عمرو بن رافع کے مانند تفسیر حدیث بیان کی ہے۔ ترمذی نے ایک اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے بھی ایک آیت سورہ بقرہ کی تفسیر نقل کی ہے اور وہ آیت کریمہ ۲۲۳: ﴿فَسَاوُوا كُمْ خُرُوجُ كَلَمٍ﴾ فَاسُوا كُمْ خُرُوجُ كَلَمٍ ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے ایک ہی سوراخ (صماذ واحد) میں دخول ہے۔ ترمذی نے فائدہ میں اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے اس روایت کے راویوں کے اسما کی تفصیل و تشریح دی ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ جنس روایات میں ہما کا لفظ سین سے "سما" بھی آیا ہے مگر دونوں کے معانی یکساں ہیں۔

دوسری روایت کو ترمذی نے البتہ حسن غریب قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ام سلمہ سے یہ روایت دو طرح سے نقل کی ہے اور زیادہ تفصیل کے ساتھ ان کے راوی عبد اللہ بن سابط کا بیان ہے کہ میں حضرت

حفصہ بنت عبد الرحمن کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ آپ سے ایک معاملے کے بارے میں پوچھنا ہے لیکن آپ سے پوچھتے شرم آتی ہے۔ فرمایا: جیتے شرم نہ کرو۔ پوچھا کہ عورتوں کے اذکار میں آنے کے بارے میں سوال ہے۔ فرمایا: مجھ سے حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ انصار عورتوں کو اذکار دہا نہیں کرتے تھے۔ لَرَدُّ بَجَحْوَنَ النِّسَاءِ اور یہود کہا کرتے تھے جو شخص اپنی عورت کے پیچھے سے دخول کرتا ہے اس کا بچہ احوال (بھینگا) پیدا ہوتا ہے۔ جب مہاجرین مدینہ آئے اور انصاری عورتوں سے شادی کی تو ان کو اذکار دہا گیا۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کی بات مانتے سے انکار کیا تا وقتیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لے چنانچہ وہ حضرت ام سلمہ کے پاس پہنچیں اور ان سے ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا: بخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہیں۔ پھر جب آپ تشریف لائے تو انصاری عورت کو حیا آئی کہ آپ سے پوچھ لے ہذا وہ چلی آئی۔ حضرت ام سلمہ نے آپ سے ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اس انصاری عورت کو بلاؤ جب وہ آئی تو آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی یعنی آپ نے اس سے صروت ایک سوراخ مراد لیا ہے۔ یہی روایت مختصر حضرت ام سلمہ سے اس کے متصلاً بعد مردی ہے (۱۵)

سورہ آل عمران کی پہلی آیت جس کی تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ سے امام بخاری اور امام محمد نے کچھ تفصیل سے اور امام ترمذی نے اجمال سے نقل کی ہے وہ آیت کریمہ ۱: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ..... لَوْلَا اللَّطَافُ بِهِ فَضْلُ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: تم اگر قرآن کریم کی متشابه آیات کے پیچھے پڑنے / اتباع کرنے والوں کو دیکھو تو ان سے دور ہو کر یہ دہی میں جن کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نشاندہی کی ہے امام ترمذی نے فائدہ کے تحت اس کی سند بیان کرنے کے بعد اس کو حسن صحیح قرار دیتے ہیں۔ ابن جریر نے ابو عبیدہ کی سند پر یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ آیت کریمہ ۱: اَمِنْ بَعْدِ مَا أَصْلَاهُمْ الْقَدْحُ کے آخری لفظ کو فتح کے ساتھ قرآن پڑھا کرتی تھیں اور یہی متواتر اقراءت ہے۔ (۱۶) حافظ موصوف نے اس آیت کے ذیل میں ایک اور روایت بیان کی ہے جس کے مطابق حضرت عائشہ نے عہدہ سے کہا کہ اس میں تمہارے دو آباؤ زبیر اور ابو بکر بھی شامل تھے مغازی میں یہ بحث اچکی ہے۔ (۱۷) دلچسپ بات ہے کہ یہی اس سورہ کی آخری تفسیر بھی ہے جو ام المومنین سے امام بخاری نے بیان کی ہے۔ اگرچہ چار اور روایتیں انھوں نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہیں مگر

ان میں ام المومنین حضرت میمونہ کا ذکر خیر ہے اس لئے مختصراً ان کا حال یہاں دیا جا رہا ہے۔ ان کے مطابق حضرت ابن عباس نے ام المومنین حضرت میمونہ کے گھبرات گزاری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ رکعت نماز تہجد، دو تراویح نماز فجر کی دو ستیں پڑھیں اور سوکراٹھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ امام موصوف نے اسی نسبت سے ان کا ذکر کیا ہے۔^(۱۷)

امام ترمذی نے سورہ آل عمران کی دوسری آیت کی تفسیر حضرت عائشہ سے البتہ نقل کی ہے اور وہ آیت کریمہ: ﴿كَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ شِرْكٌ...﴾ الخ۔ ام المومنین کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: جب تم ان کو دیکھو گی تو پہچان لو گی۔ حدیث کے ایک راوی یزید نے کہا تھا کہ تم لوگ ان کو دیکھو تو پہچان رکھو۔ یہ بات آپ نے دو یا تین بار ارشاد فرمائی۔ امام موصوف نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے یزید بن ابراہیم کے بارے میں تصریح کی ہے کہ انھوں نے ابی ملیک سے سنی اور موخر الذکر نے حضرت عائشہ^(۱۸) سے۔ ترمذی میں بھی ام المومنین کی یہ آخری تفسیر ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی دونوں نے کسی اور ام المومنین سے اس سورہ کی فصل میں کسی اور آیت سورہ کی تفسیر نقل کی ہی نہیں۔ البتہ امام ترمذی نے سورہ آل عمران کی آیت کریمہ ۱۹۵ کی شان نزول سے متعلق ایک روایت حضرت ام سلمہ کی سند پر سورہ نسا کی تفسیر میں ضناً بیان کی ہے۔ (اس کا ذکر وہیں آئے) امام بخاری نے اس سورہ کی کل دو سو آیات میں صرف بیس کی تفسیر بیان کی ہے اور امام ترمذی نے سورہ آیات کی تفسیر میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے مسند میں ازدواجِ مطہرات کی قرآنی روایات کا تناسب اور کم ہے

سورہ سالفہ کے برخلاف سورہ نسا کی کئی آیات کی تفسیر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں نقل ہوئی ہے۔ پہلی آیت ہے: ﴿وَأَن تَصْطَبُوا فِي الْبُيُوتِ﴾ الخ۔ امام موصوف نے اپنی سند سے ہشام بن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد کرم کے واسطے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی تولیت میں ایک یتیم بچی تھی جس سے اس نے نکاح کر لیا کیونکہ اس کے پاس ایک کھجور کا باغ (عقد) تھا جس کا وہ مالک بننا چاہتا تھا اور اس کو اس بچی سے کوئی جہت

نہ قبی چنانچہ اس کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حدیث کے راوی اول ابراہیم بن موسیٰ کا کہنا ہے کہ میرے خیال میں ہشام نے یہ کہا تھا کہ وہ لڑکی اس آدمی کے اس باغ اور اس کے مال میں شریک تھی۔ اس آیت کریمہ سے متعلق دوسری حدیث امام موصوف نے امام زہری کے واسطے سے عروہ بن زبیر سے نقل یوں کی ہے: میں نے حضرت عائشہ سے اس قول الہی کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: بھلبخ! یہ لیک ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے دلی کی غفلت میں ہو اور وہ اس کی جائداد (مال) میں شریک ہو۔ اس کا مال و جمال دلی کو فروغیتہ کرتا ہو اور وہ اس سے شادی تو کر لے مگر اس کے ہر (مصدق) میں انصاف سے کام نہ لے اور اس کو اتنا ہی دے جتنا کوئی دوسرا دے۔ ایسے لوگوں کو ان لڑکیوں/یتیموں سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کریں اور ان کے ہر کو بہترین طریقے سے ادا کریں۔ انھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے سوا جس غرت سے چاہیں شادی کر لیں۔ حضرت عائشہ نے مزید فرمایا کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: **يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ (سورہ نساء) ۱۹۶** ام المؤمنین نے مزید فرمایا کہ ایسی یتیم لڑکیوں سے جن کے پاس نہ مال ہو نہ جمال اور ان کے سبب ان سے اعراض کیا جاتا ہو تو ان سے نکاح کرنے سے اس وقت تک منع کیا گیا ہے جب تک ان کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے اور ان کو پورا مہر نہ دیا جائے۔ ایک تیسری حدیث میں حضرت عائشہ نے آیت کریمہ ۷: **وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ** الخ کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ حاجت مند دلی اپنے زیر غفلت یتیم کے مال میں سے بقدر ضرورت استعمال کر سکتا ہے۔ امام مسلم نے بالغاً و دیگر وہ انداز کیساں ان تینوں آیات کی شان نزول اور تفسیر اسی طرح اپنی مختصر کتاب التفسیر بیان کی ہے۔ آخری آیت سورہ کی تفسیر میں انھوں نے دو حدیثیں بیان کی ہیں۔

اس سورہ کی چوتھی آیت کی تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں آیت تیمم سے متعلق ہے۔ تفسیر تو کیا وہ دراصل شان نزول ہے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے واسطے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت اسماء سے ایک ہار مستعار لیا تھا وہ کھو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں کچھ لوگوں کو بھیجا۔ اسی دوران نماز کا وقت آگیا۔ لوگ بادھو نہ تھے اور نہ ان کو پانی میسر تھا لہذا انھوں نے ملا دھو نماز پڑھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم ۴۲

© rasailojaraid.com

سورہ بقرہ کے ایک خاص سیاق میں آچکا ہے۔

دوسری ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس سورہ کی روایات کی تفسیر امام احمد اور امام ترمذی نے نقل کی ہے۔ پہلی روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے یہ عرض کیا کہ مرد تو غزوہ و جہاد کرتے ہیں اور عورتیں نہیں کرتیں اور ہمارے لیے ان عورتوں کے لیے نصف میراث مقرر ہے۔ یعنی ان دونوں معاملات میں عورتیں مردوں کے مقابلے میں کمتر نظر آتی ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ۲۴ نازل کی: وَلَا تَتَّقُوا مَا فُضِّلَ عَلَيْكُمْ ۚ لَكُمْ مِنْهُ نُصْرَةٌ أَوْ كَفْرٌ ۚ كُفْرُكُمْ أَوْ عَدْوٌ مِنْهُمْ ۚ فَانْصَرُوا إِلَى اللَّهِ وَرَأَوْا إِلَahَهُ ۚ يَوْمَ يُخْرِجُ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ ۚ (سورہ انزاب ۱۰۵) حضرت ام سلمہ پہلی عورت (اول طہیثہ) تھیں جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھیں۔ امام ترمذی نے فائدہ کے تحت یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ ابن نجیح سے بعض راویوں نے اسے روایت کیا ہے اور اول الذکر نے مجاہد سے مرسل نقل کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ایسا فرمایا تھا۔ اسی کے متصلاً بعد امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے ایک اور آیت کے بارے میں تفسیر/حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نہیں سنتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے باب میں عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران ۱۹ کی یہ آیت نازل فرمائی: اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلٌ عَابِلٍ ۚ ثُمَّ مَنْ ذَکِّرُوا اَوْ اُنْثٰی ۚ لَیْسَ لَہُمْ جَزَاءٌ مِنْہٗ شَیْءٌ ۚ (سورہ آل عمران ۱۹) حیرت ہے کہ امام موصوف نے اس روایت کے بارے میں فائدہ میں کوئی تصریح نہیں کی۔ ان روایات میں سچ بات یہ ہے کہ تفسیر کلام الہی سے زیادہ شان نزول کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہی بات امام بخاری کی روایت کردہ بعض تفسیرات عائشہ کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے جہاں تک فہم قرآن مجید کا تعلق ہے بہر حال اس باب میں بھی ان سے کافی سد ملتی ہے اور خاص طور سے ان آیات کریمہ میں جن میں روایات کا موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے ایک کے بعد دیگر۔ ان کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے

سورہ مائدہ کی تفسیر میں امام بخاری نے کل آیات میں سے صرف ۱۴ آیات کی تفسیر سے متعلق اتحاد نقل کی ہیں اور ان میں سے تین آیات کی تفاسیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں ان سے مروی روایات کی تعداد تکرار بخاری کے سبب اور کم ہے۔ ان کی پہلی تفسیر رکبت سورہ

آیت تیمم سے متعلق ہے۔ نسبتاً ایک طویل حدیث میں وہ فرماتی ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جب ہم البیدار یا ذات الجیش نامی مقام پر پہنچے تو میرا بارگم ہو گیا اس کی تلاش کے لیے آپ نے قیام کیا وہاں پانی نہ تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت عائشہ کی کارگزاری کی شکایت اور پانی نہ ملنے کی تکلیف بیان کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہا ان کے پاس جب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زانو پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی بیٹی کو لوگوں کی تکلیف کے سبب سخت سوزش کی اور ان کی کوکھ میں کچھ کے لگاتے رہے مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے آرائی کے خیال سے ذرا بھی حرکت نہ کر سکیں جب آپ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم ۳۴: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَسَّوْا مِصْحِدًا طِبْيًا نَّازِلًا کر دی حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اَل ابوبکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں نے اپنے اونٹ کو اٹھایا جس پر سفر کر رہی تھی تو بار اسی کے نیچے موجود تھا۔ یہ روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ہے۔ امین کی دوسری روایت میں جگہ کا نام صرف البیدار اور مدینہ کے قریب بتایا گیا ہے۔ لوگوں کے شکوے کا ذکر نہیں۔ البتہ یہ اضافہ ہے کہ آپ بیدار ہوئے تو صبح ہو چکی تھی۔ پانی تلاش کیا گیا مگر نہ ملا۔ آیت کے نزول کے بعد قول اسید بن حضیر کے الفاظ بھی مختلف ہیں اور ہمارے ملنے کا حوالہ بھی نہیں ہے۔ امام مسلم، امام ترمذی نے اس آیت کی تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں نہیں بیان کی ہے۔ جبکہ ساعاتی نے امام احمد سے اس روایت کو اپنے انداز میں دو طریق سے باب آیت التیمم میں نقل کیا ہے^(۲۵)

ام المؤمنین کی دوسری تفسیر آیت کریمہ ۷۷: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ سے متعلق ہے حضرت شعبی کے واسطے سے حضرت مسروق کی اس روایت عائشہ صدیقہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر نازل ہونے والی چیز میں سے کچھ بھی چھپایا وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور پھر اوپر کی آیت کرمۃ تلاوت کی۔ یعنی یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں کوئی کوتاہی کی اور قرآن کریم یا حدیث و سنت میں سے کوئی چیز جو آپ پر اتاری گئی اسے لوگوں تک پہنچایا نہ ہو۔ یہاں لفظ صلح ہے یعنی تبلیغ نہ کی ہو۔

سورہ مائدہ کی تیسری آیت کریمہ جس کی تفسیر امام بخاری نے ام المومنین سے نقل کی ہے وہ ہے آیت ۵۹: لَا يُؤْخَذُ كَفَرٌ بِاللَّهِ بِاللَّغْوِ اَيْ مَا كُنْتُمْ يَفْعَلُونَ یہی آیت کریمہ سورہ بقرہ میں بھی آئی ہے (۱۲۵) اگرچہ وہاں امام موصوف نے اس کی تفسیر سنہیں کی ہے تاہم یہ وہاں بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ اس کے ضمن میں امام موصوف نے دو حدیثیں (۱۲۶، ۱۲۷) روایت کی ہیں۔

اور دونوں حضرت عروہ بن زبیر کی سند پر ان کے فرزند ہشام نے نقل کی ہیں پہلی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بات پر بلا وجہ قسمیں کھاتا ہوں جیسے آدمی کہتا ہے لا واللہ انہیں (اللہ کی قسم) علی واللہ (ہاں اللہ کی قسم) دوسری روایت میں سنت صدیقی کا بیان ہے حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق) قسم کھا کر اسے کبھی نہ توڑتے (لا یخنث فی یمین) حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ نازل کیا۔ حضرت ابوبکر تب کھارتے تھے کہ میں اس قسم کے سوا کسی اور چیز کو بہتر دیکھتا ہوں تو اللہ کی عطا کردہ رخصت قبول کر لیتا ہوں اور وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔ (الذی ھو خیر) امام بخاری نے اس سورہ کی اور کسی آیت کی تفسیر یہاں ام المومنین سے نقل نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی کسی اور وجہ مطہرہ سے کی ہے۔

البتہ حافظ ابن حجر نے آیت کریمہ ۵۸ کے لفظ سانبھ کے حوالے سے یہ حدیث عائشہ بیان کی ہے کہ میں نے جہنم کو ایک دوسرے کو ٹھٹھٹے (یحطم) اور عمر بن لُحی کو آگ میں اپنے قصب (ایندھن) کو ٹھٹھٹے دیکھا کہ وہی پہلا شخص تھا جس نے سواب کا طریقہ نکالا۔ یہ مختصر یہاں مذکور ہوئی ہے۔ اس پر مفصل کلام ابواب العمل فی الصلوٰۃ میں کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اس سورہ کی صرف ایک آیت کریمہ ۵۹: وَاللّٰهُ فَيُضِلُّكَ مِنَ النَّاسِ کی تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہرہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے قبضے اپنا سر مبارک نکالا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لی ہے۔ امام ترمذی نے حدیث کو غریب کہا ہے اور دوسری سند کا ذکر کرتے ہوئے یہ راحت بھی کی ہے کہ اس میں حضرت عائشہ کا ذکر خیر نہیں ہے۔ یہاں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق غزوہ خندق سے ہے جیسا کہ سیرت و حدیث کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ امام ترمذی کے ہاں اس سورہ کی کل بارہ آیات کی تفسیر مردی ہے اور ان میں سے صرف

ایک ام المؤمنین حضرت عائشہ سے منقول ہے۔ امام ترمذی کے ہاں اس سورہ کی کسی آیت کی تفسیر کا ذکر نہیں ہے، امام احمد نے ایک بہت دلچسپ اور اہم روایت جبر بن نفیر کی سند پر یہ بیان کی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انھوں نے پوچھا: کیا تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو؟ میں نے ہاں کہا تو فرمایا کہ یہ آخری سورت ہے جو نازل ہوئی۔ اس میں جو حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور اس میں جو حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو۔ میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: وہ تو قرآن تھا! (۱۲۳)

امام بخاریؒ نے سورہ انعام کی آیات کی تفسیر میں جن کی تعداد آٹھ ہے ایک بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل نہیں کی۔ لیکن حافظ ابن حجر نے آیت کریمہ ۶۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا آتٍ لَّا رَيْبَ لَهُ کی تفسیر میں ترمذی سے حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس کے مطابق اس امت کے آخرین اس پر دھنسنے (خسفت) اور مسخ اور قذف کا عذاب بہت ہوگا۔ امام ترمذی نے اپنی کل مرویات تفسیر میں سے جو نو عدد ہیں حضرت عائشہؓ کی صرف ایک تفسیر نقل کی ہے اور اس کا تعلق کئی آیات سے ہے حضرت مسروق کی روایت ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب انھوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جن میں کوئی ایک کسی نے کہی تو وہ اللہ پر بہتان عظیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تُذَكِّرْهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُذَكِّرُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (آیت ۱۰۳) اور وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكَلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا دُخْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ (سورہ شوریٰ ۲۵) مسروق کا بیان ہے کہ میں میک لگائے بیٹھا تھا یاسن کریں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: ام المؤمنین! ذرا مہلت دیجئے اور جلدی نہ کیجئے۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا ہے: وَلَقَدْ رَأَوْا نَزْلَةَ الْغَوِيِّ (سورہ نجم ۱۳) وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ (سورہ تکویر ۲۳) انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: وہ تو جبریل تھے میں نے ان کو ان کی اصلی صورت میں جس میں ان کی تخلیق کی گئی ہے۔ ان دو موتوں کے سو اکبھی نہیں دیکھا میں نے ان کو آسمان سے اترتے اس طرح دیکھا کہ ان کی جسم کے پھیلاؤ (عظم خلقہ) نے آسمان و زمین کی دست کو گھیر لیا تھا اور جس نے یہ عیاں خام کیا (ذم) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی الہی میں سے کچھ

بھی چھپا لیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان عظیم (اعظم الغرقیۃ) باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بَلِّغُوا نَاذِرًا لِّكَيْتَ مَن يَذَرِيثُ** اور میں نے یہ گمان بد کیا کہ آپ کل ہونے والی بات جانتے تھے اس نے بھی اللہ پر بہتان عظیم باندھا کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے: **وَخَلِّ لَا تَعْلَمُونَ فِي اللَّهِ تَمُوتِ كَرِ الْأَرْضِ الْعِثْبُ إِلَّا اللَّهُ** (سورہ نمل ۶۵) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دے کر تصریح کی ہے کہ مسروق بن اجدع کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ اس حدیث عائشہ میں امام موصوف نے چار آیات کریمہ کی تفسیر بیان کی ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے جس کو امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے اور جس کا اوپر ذکر آچکا ہے مگر امام ترمذی نے اسی سیاق میں ذکر نہیں کیا یا الگ سے وہ روایت ابام بخاری کی مانند نہیں بیان کی۔ البتہ بعض روایات کی تفسیر بیان کر دی ہے۔

سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال، سورۃ براءۃ، سورۃ یونس اور سورۃ ہود کی کسی آیت کی بھی تفسیر امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یا کسی اور زوجہ مطہرہ سے نقل نہیں کی۔ البتہ سورہ یوسف کی ایک آیت کریمہ (عنا) کی بہت اہم تفسیر ان سے مروی ہے اور ایک روایت ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جو ان کی قرآنی فکر اور علم و تدبیر کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ حضرت عائشہ کی یہ تفسیر امام بخاری نے ذرا سی مناسبت کے سبب سورہ بقرہ کی تفسیر میں بھی بیان کی ہے اور اس کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ یہاں کچھ اضافہ ہے۔ عروہ نے کہا کہ انبیاء کو اپنے جھٹلانے جانے کا یقین تھا تو یہاں لفظ ظن کا استعمال کیوں کیا گیا فرمایا کہ یہ لفظ رسولوں کے انکسار کے جھٹلانے کے لیے لایا گیا ہے۔ البتہ ان کی والدہ ماجدہ کی سند پر جو روایت مروی ہے اس کا تعلق واقعہ افک کے اثرات سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بہتان عظیم سے اتنا گہرا صدمہ ہوا تھا کہ وہ بیہوش ہو گئی تھیں اور ان کو بخار آنے لگا تھا۔ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی والدہ کے گھر بھجوا دیا تھا اور خود کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے عیادت و دیکھ بھال کرنے کی خاطر ایک بار آپ جب تشریف لائے اور ان کو مبتلائے بخار پایا تو فرمایا: ”یہ بخار شاید اسی بات کے سبب سے ہے جو کبھی جا رہی ہے۔“ حضرت عائشہ کی والدہ کمرہ نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت عائشہ اٹھ بیٹھیں اور عرض گذار ہوئیں۔ ”میری ادا آپ

لوگوں کی مثال، مثلی و مشکلم حضرت یعقوب اور ان کے بیٹوں کی مانند ہے اور سورہ یوسف کی آیت کریمہ: **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تُصِفُوْنَ** پڑھ دی۔ امام احمد اور امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام سورتوں میں ہی نہیں بلکہ سورہ یوسف اور سورہ رعد میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی روایت نہیں بیان کی ہے۔ البتہ سورہ ابراہیم کی آیت کریمہ: **يَوْمَ تُبَدِّلُ الْاَرْضَ غَيْرَ الْاَرْضِ** الخ کی تفسیر حضرت ام المومنین سے ضرور نقل کی ہے جو خاھی اہم ہے حضرت مسروق کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے یہ آیت تلاوت کر کے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اپل اصراط پر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے تصحیح کی ہے کہ یہ حدیث عائشہ اس سند کے علاوہ اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔ امام بخاری کے ہاں اس آیت کریمہ کی تفسیر سورہ ابراہیم کے ذیل میں کسی سے بھی مروی نہیں ہے (۲۷)۔

اسی طرح سورہ حجر اور سورہ نحل میں ام المومنین کی کوئی روایت بخاری میں نہیں ہے البتہ سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کی آخری روایت جو فقر ترین ہے حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ آیت کریمہ: **وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا** کے بارے میں پہلے امام بخاری نے حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے اور اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ بلند آواز سے نمازیں قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جس پر مشرکین بدگلامی کرتے اس لئے حکم الہی ہوا کہ نہ اتنی بلند آواز سے تلاوت کریں کہ دشمن بدگلامی کریں اور نہ اتنی آہستہ پڑھیں کہ اصحاب سن نہ سکیں۔ اس کے بعد عروہ بن زبیر کی سند پر حضرت عائشہ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ دعا کے بارے میں نازل کی گئی تھی۔ (۱۲۰ نزول ذلک فی الدعا)۔ سورہ مریم کی دو آیات کریمہ: ۶۵، ۶۷ کے بارے میں حضرت حفصہ کی ایک روایت مسند احمد اور ابن ماجہ میں آئی ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ بدر و حدیبیہ کے مجاہدین ہر شرمکاء میں سے ان شاء اللہ کوئی بھی شخص جہنم (النار) میں داخل نہ ہوگا۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے: **وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَاْدُّهَا كَانَ عَلٰی رَأْسِهَا مَقْصِيًّا**۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے: **ثُمَّ نَبْغِي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِيْنَ فِيْمَا جَنَبْنَا** حافظ

ابن جان نے دو ایک میں حدیث حفصہ رضی اللہ عنہا کو معج اور اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے^(۲۹)۔
 امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام سورتوں میں ہی نہیں بلکہ سورہ کہف، سورہ مریم اور سورہ طہ میں
 کوئی روایت کسی بھی ام المؤمنین سے نقل نہیں کی۔ ترمذی نے پھر سورہ انبیاء کی تفسیر میں
 حضرت عائشہ کی ایک اہم روایت نقل کی ہے جو اس طرح ہے: ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض گزار ہوا کہ میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے، میری خیانت کرتے
 اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں ان کو برا بھلا کہتا اور ان کو مارتا ہوں تو ان کے ساتھ میرا معاملہ کیسا
 ہے؟ فرمایا: ان کی نافرمانی، خیانت اور تکذیب اور تمہاری سزا کا حساب کیا جائے گا۔ اگر دونوں
 برابر برابر رہے تو ٹھیک، نہ تم کو عتاب ہوگا اور نہ جزا ملے گی۔ اگر تمہاری سزا ان کے گناہ سے کم
 ہوگی تو تم کو فضل و ثواب ملے گا اور اگر تمہاری سزا ان کے گناہ سے زیادہ ہوگی تو تم سے اسی قدر بدلہ
 لیا جائے گا۔ وہ شخص پیچھے ہٹ کر رونے پڑنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا
 کیا تم کتاب اللہ نہیں پڑھتے جس میں آیت کریمہ ہے: **وَنُفَعُ الْمُؤْمِنِينَ الْعِصْمَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ**
وَلَا نُظْلِمُ نَفْسٌ شَيْئًا الخ۔ اس شخص نے عرض کیا: رسول اللہ! میں اپنے اور ان کے لیے اس سے بہتر بات
 نہیں پاتا کہ ان سے جدا ہو جاؤں میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب کے سب آزاد ہیں۔ امام ترمذی
 نے اس حدیث کو نہ صرف غریب قرار دیا ہے بلکہ یہ بھی تصریح کی ہے کہ عبدالرحمن بن غزوان کی روایت
 کے سوا کسی اور طریقہ سے ہم اسے نہیں جانتے۔^(۳۰) امام ترمذی نے اس کے بعد سورہ حج میں کوئی حدیث
 ام المؤمنین سے نہیں دی ہے۔

اس کے بعد ترمذی میں حضرت عائشہ کی ایک تفسیری روایت سورہ مومنون کی آیت کریمہ:
وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آوَوْا وَذُكُّوا بِهِمْ وَحَلَقِهِ الخ سے متعلق ملتی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس سے وہ لوگ مراد ہیں
 جو شراب پیتے ہیں یا جو رکی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں بے صدیق کی بیٹی! لیکن اس سے وہ
 لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور ہجر بھی دے تے ہیں کہ ان کی یہ
 عبادات قبول نہ کی جائیں۔ پھر آپ نے پڑھا: **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْفِعَالِ وَهُمْ لَهَا**
سَاقِبُونَ (۳۱)۔ امام احمد بن حنبل نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی دوسری اقراءت **وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ**

ازواجِ مطہرات ...

ما اَلَا حضرت عائشہ سے نقل کی ہے، تفسیر بالا اس کے بعد دوسری روایت میں یہی بیان کی ہے۔^۳ امام بخاری نے اس سورہ میں ام المومنین کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ البتہ سورہ نور میں امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی تینوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ادھر بہتانِ عظیم تراشنے کے واقعہ سے متعلق ایک طویل روایت نقل کی ہے اور بعض مختصر روایات بھی دی ہیں۔ پہلی روایت بخاری میں بہتانِ عظیم میں سب سے زیادہ حمد لینے والے یا آیت کریمہ **وَالَّذِي قَوْلِي كَقَوْلِكَ** کے بارے میں ہے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی لؤلؤ ہے۔ یہ روایت زہری کے واسطے عروہ بن زبیر کی سند پر مروی ہے اور اسی سند پر واقعہ انک کی طویل روایت مروی ہے۔ اس مفصل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راستہ میں ایک پڑاؤ کے دوران رفع حاجت کے لیے گئیں۔ واپسی پر ان کا ہارگم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں اتنی تاخیر ہوئی کہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ مساقہ کے افسر حضرت صفوان بن محفل سلمیٰ نے حضرت عائشہ کو ایک بھاڑی کے قریب دیکھ کر پہچان لیا اور اپنے اونٹ پر ام المومنین کو بٹھا کر اسلامی لشکر تک پہنچا دیا۔ منافقین کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا اور انھوں نے ام المومنین کی عصمت پر بہتان تراشی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو چند کے سوا ان کی پاکدامنی کا یقین تھا مگر آپ اپنی طرف سے اپنی المیہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے تاکہ جانب داری کا الزام نہ لگے۔ ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی برات میں سورہ نور کی دس آیات کریمہ ۲۴-۱۱ نازل کیں جن کا آغاز **اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ** سے ہوتا ہے۔ بعض غلط مسلمانوں کو بھی منافقین کے پروپیگنڈے نے متاثر کر دیا تھا ان میں حضرت مسطح بن اثاثہ بدری بھی شامل تھے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے پروردہ تھے جن پر وہ کافی خرچ کیا کرتے تھے۔ غصہ میں آکر حضرت صدیق نے قسم کھالی کہ وہ ایسے لوگوں پر کچھ خرچ نہ کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ کی آیت کریمہ ۲۴: **وَلَا يَأْتِلُ اُولُو الْاِفْكِ نُنْكُمُ وَالسَّجَّةُ الْاِثْمَ** نازل کی اور حضرت ابوبکر صدیق نے حسب سابق ان کی امداد پر جاری کردی حضرت عائشہ پر ان کی سوکن حضرت زینب بنت جحشؓ نے نہ صرف کوئی اتہام نہیں لگایا بلکہ ان کی برات و تبرین کی حضرت عائشہؓ سے ان کی بہن کلاسیک کہ تینوں کی بہن حضرت حمہؓ اپنی بیوی کی حاجت

اس کے بعد حضرت مسروق کی روایت ہے جس میں خدمتِ عائشہؓ صدیق میں حضرت حسان بن ثابت کی حاضری کا واقعہ مذکور ہوا۔ حضرت حسان بھی الزام تراشی کے مرتکب ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی کہ انھوں نے ام المؤمنین کی شان میں مدحیہ شعر کہا تھا۔ مسروق کی دوسری روایت میں اس تفصیل کے علاوہ یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حسان کی مداخلت میں کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلع کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے مسروق کی یہ دونوں روایتیں آیت کریمہ **لَا يَخْلَعُ عَلَيْهِمْ** **وَلَا يَلْبَسُونَ** اور آیت **وَلَا يَخْلَعُ عَلَيْهِمْ** **وَلَا يَلْبَسُونَ** کی تفسیر میں بالترتیب نقل کی ہیں۔ امام موصوف نے اسی واقعہ انک سے متعلق عمرو بن زبیر کی ایک اور روایت دوسری سند سے بیان کی ہے۔ اس میں فرق یہ ہے کہ الزام تراشی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں اپنی اہلیہ فخرہ و طیبہ کی برات ظاہر کی اور حضرت صفوان کے کردار کی بھی تعریف کی۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ نے الزام تراشی کے بعد گناہگاروں کی گردن مارنے کی آپ سے اجازت مانگی۔ خزعرج بے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ چونکہ ذمہ دار اوی نہیں ہیں۔

ازدواج مطہرات ...

اس لیے یہ اجازت مانگی جا رہی ہے چنانچہ دونوں قبیلوں میں نوبت تصادم کی پہونچ گئی۔ آپ نے معاملہ رفع دفع کیا۔ بقیہ روایت اکثر و بیشتر پہلی مفصل روایت کی مانند ہے۔ البتہ اس کے اخیر (عبداللہ بن ابی بن سلول کو منافق اور بہتان عظیم کا سب سے بڑا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے) (۳۲)

اس سورہ کی آیت کریمہ ۳۱: **وَلَيْفَ يُحْجِرُونَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْ عِلْمٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ** امام بخاری نے حضرت عائشہ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ اول زہری کے واسطے سے عروصہ سے یوں مروی ہے حضرت عائشہ فرماتی تھیں: اللہ تعالیٰ اولین مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تو انھوں نے اپنی چادریں (مروط) پھاڑ کر اوڑھ لیں (فاختمون بہ) اسی سے متعلق دوسری روایت صفیہ بنت شیبہ سے یوں نقل ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو عورتوں نے اپنے تہذ زبیر جلے (۱) کو لیا اور ان کو کنار لیا (حواشی) کی جانب سے پھاڑ کر اپنے دوپٹے بنائے۔ (۳۳)

واقعہ انک سے متعلق اور سورہ نور کی تفسیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت امام احمد اور امام ترمذی نے نقل کی ہے وہ اگرچہ امام بخاری کی دوسری مفصل روایت عائشہ جیسے ہے جو بعض الفاظ و عبارات کے فرق و اختلاف سے بیان ہوئی ہے۔ اس کا آغاز حضرت عائشہ کے معاملہ پڑ پڑ نبوی سے ہوتا ہے جس میں آپ نے اپنی اہلیہ مطہرہ کی پاکیزگی کا ذکر کر کے لوگوں سے مشورہ مانگا تھا۔ باقی تفصیلات چند اختلاف کے ساتھ دی ہیں۔ امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام آیات قرآنی کا ذکر کر کے حدیث کو حسن صحیح اور غریب قرار دیا ہے۔ اور اس کی کئی سندوں پر کلام کیا ہے اور کئی سندیں بیان کی ہیں۔ امام احمد نے واقعہ انک سے متعلق دو روایات۔ ایک طویل ایک مختصر۔ بیان کی ہیں۔ دوسری میں بعض نئی باتیں ہیں۔ ان میں سے ایک آیات کریمہ کا آغاز و اختتام بھی ہے۔ اس کے مطابق یہ آیات **الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبَاتِ** سے لے کر **مُؤْمِنُونَ بِمَا يُنْفَخُونَ** تک یعنی آیت **لَا تَأْتِيكَ شَيْءٌ** نازل ہوئی تھیں پسند احمد میں حضرت عائشہ کی ایک اور روایت یہ آئی ہے کہ آیت رجم اور باغ (کیوں) کو دس گھونٹ دودھ پلانے کے مطابق ایک آیت نازل ہوئی تھی جو ایک ورق (ورقہ) پر لکھی ہوئی تھی۔ وہ ستر گھونٹیں تھیں تخت کے نیچے رکھا تھا جب آپ بیمار ہوئے تو اس میں حلائے میں مشغول ہو گئے۔ ہماری ایک کبری (داجن) یا بچوٹا جاننا تو آیا اور اسے کھا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اس روایت کو ضعیف و مشکوک قرار دیا ہے اور اس کے کئی دلائل سببے (۱) (۳۴) (جاری)

حواشی

- (۱) علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہ، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۹۔
 احمد عبدالرحمن البنا الساعاتی، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی قاہرہ
 ۱۳۷۵ھ جلد ۱۸ پوری تفسیر روایات کے لیے وقف ہے۔ مسند احمد کے حوالے اسی سے دیے
 گئے ہیں۔
- (۲) تفسیر کی ضرورت، صحابہ کرام میں تفاسیر اور تفسیری روایات کی قلت اور مختلف عوامل و اسباب
 کی بنا پر بعد کے زمانے میں ان کی کثرت کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد حسین ذہبی، التفسیر و
 المفسرون، قاہرہ ۱۹۶۱ء، جلد اول، باب اول ص ۳۲۔۳۳
- (۳) جامع صحیح، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحہ الكتاب الخ، باب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
 نیز ملاحظہ ہو ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، مطبعۃ خیرہ قاہرہ ۱۳۲۵ھ
 جلد ہشتم ص ۱۳۰-۱۰۹ فتح الباری کی جلد ہشتم ص ۱۳۰ تا ۱۲۷۔ امام بخاری کی کتاب التفسیر کی
 تشریح و تفصیل پیش کرتی ہے۔ آئندہ حوالے صرف جلد اور صفحہ کے آئیں گے۔
- (۴) جامع صحیح، کتاب التفسیر، باب قول تعالیٰ: واذیرفع ابراہیم القواعد من البیت الخ
 فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۰ شان نزول کے لیے فتح الباری، ہشتم ص ۱۱۹ مقام ابراہیم کے لیے
 اور ص ۱۲۰ آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کے لیے۔ اس حدیث عائشہ پر کتاب الحج میں مفصل بحث کرنے
 کا ابن حجر نے حوالہ دیا ہے۔
- (۵) جامع صحیح، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب قول تعالیٰ: ان الصفا والمروة من شعائر اللہ
 کتاب المناسک، باب ۱۰۳۹ وجوب الصفا والمروة وجعل من شعائر اللہ، فتح الباری، ہشتم
 ص ۱۲۳۔ مزید شرح کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الحج۔ نیز ملاحظہ ہو: سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہ
 ص ۱۸۰ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مطبعۃ خیرہ ۱۳۲۵ھ، ہشتم ص ۱۲۳
 ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۸۷-۸۸، الواب التفسیر الخ ان الصفا والمروة الخ ان

ازدواج مطہرات ---

دونوں روایتوں میں غسان کا ذکر بالکل نہیں ہے جبکہ اول الذکر میں انصار اور دوسری میں انصار کے کچھ لوگوں کا ذکر ہے۔ یہ دونوں روایتیں خاصی مختصر ہیں۔

(۶) مالک بن انس، موطا، کتاب الحج، جامع السعی، میں حضرت عائشہ کی روایت پر بندہ عروہ بن زبیر۔ مسلم بن حجاج قشیری، جامع معجم، کتاب الحج، باب بیان ان السعی بن الصفا والمردہ رکن لا یصلح الحج الا یہ۔ امام ترمذی، جامع معجم، ابواب تفسیر القرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ومن سورۃ البقرۃ۔ امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ زہری نے ابوبکر بن عبد الرحمن بن ہشام سے حضرت عائشہ کا قول نقل کیا تو ان کو بہت پسند آیا اور انھوں نے کہا: بیشک یہی تو علم ہے۔ ابوبکر کے بقید قول کے الفاظ نفی میں مگر مہوم بخاری والی حدیث ہی کا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو: شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم بشرح معجم مسلم، ہاندہ پریس جالندھر (غیر موزع) جلد سوم ۱۲۴۵ھ وما بعد، شارح نے ان دونوں تہوں۔ اساتذہ والہ۔ کے شرط البحر پر ہونے کے سلسلے میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا ہے کہ یہ وہیم ہے کیونکہ وہ دونوں شرط البحر پر کبھی نہ تھے اور وہ حقیقت میں صفا و مردہ پر تھے البتہ منۃ سمندر (بحر) کی سمت میں واقع تھا۔ امام نسائی نے سند قوی کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ سے روایت کی ہے کہ وہ بیتیل (خاص) کے تھے اور صفا و مردہ پر تھے۔ مشرکین طواف کرتے وقت ان دونوں کو چھوتے تھے۔ فاکہی اور اسماعیل قاضی نے مزید تصریح کی ہے کہ صفا پر اساتذہ تھا اور مردہ پر نائلہ۔ واحدی نے اسباب النزول میں ان کا یہی محل وقوع بتایا ہے اور یہی دوسرے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۷) بخاری، جامع معجم، ابواب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب ۵۸۲، قولہ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام ترمذی، جامع معجم، ابواب التفسیر، سورۃ البقرۃ

فتح الباری، ہشتم ۱۳۲ کے بقول مصنف نے اس باب میں تین حدیثیں نقل کی ہیں حدیث عائشہ دو وجہ سے (وجہین) اور تیسری حدیث ابن مسعود

(۸) بخاری، ایضاً، باب ۵۹۳، قولہ، ثم افیضوا من حیث افاض الناس؛ ترمذی ایضاً

فتح الباری، ہشتم ص ۱۲۹

(۹) بخاری، باب ۵۹۵ قولہ: و ہوالہ الخصاص: ترمذی، ایضاً

فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۰۔ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ مرتبہ مصطفیٰ السقا وغیرہ
قاہرہ ۱۹۵۵ء اول ص ۲۰۳، کی ایک روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بعثت سے قبل بھی حج کرتے اور دوران حج وقوف عرفات کیا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ سنت ابراہیمی تھی جس کا اعتراف قریش کو بھی تھا مگر وہ اپنے نسلی غرور کے
سبب اس کے تارک ہو گئے تھے۔ نیز ملاحظہ ہو محققین ابن ہشام کا حاشیہ ملاحظہ ہوا
سہیلی کی الروض الانف کا حوالہ دیا ہے، ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، بیروت ۱۹۷۱ء اول ص ۲۵۴

(۱۰) بخاری، باب ۵۹۶ قولہ: ام حنتم ان تدخلوا الجنة الخ

(۱۱) بخاری، باب ۶۰۷ قول اللہ: و احل اللہ المیح و حرم الربوا: باب ۶۰۸ قولہ: یحیی اللہ الربوا

باب ۶۰۹ قولہ: فاذا نوا بحرب: باب ۶۱۰ قولہ: وان کان ذو عسرۃ فنفقۃ الی ميسرة؛

باب ۶۱۱ قولہ: و اتقوا یوما ترجون فیہ الی اللہ

فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۱

(۱۲) مالک بن انس، موطا، الصلوۃ الوسطی، ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ البقرہ،

امام بخاری، کتاب التفسیر، باب ۶۰۰ قولہ: حافظ علی الصلوات والصلوۃ الوسطی، السماقی،

افتح الربانی، جلد ۱۵، ص ۱۶۰ باب حافظ علی الصلوات الخ

امام بخاری نے صلوۃ وسطی کے بارے میں حضرت علی کی روایت مختصر نقل کی ہے۔

اس پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۲ جنہوں نے مذکورہ بالا کے

علامہ مسلم، نسائی، اسد بن منبیل، ابن جریر طبری، ابن حبان، ابن المنذر، شافعی، ابو حنیفہ

طیالسی، ابودودی، ابن عبدالبر وغیرہ متعدد محدثین و فقہاء سے نقل کیا ہے۔ صلوۃ وسطی کے

بارے میں ایک اہم روایت یہ ہے کہ بقول حضرت ابوسریرہ ہم میں اس مسئلہ پر اختلاف

ہوا تو ابو ہشیم بن عتبہ اٹھ کر خدمت نبوی میں گئے اور معلوم کر کے لوگوں کو بتایا کہ وہ نازع عمر

ہے حافظ علیؓ نے فرمایا: ہاں، لیکن اس کا شیعہ انقطاع عن الصلوۃ الوسطی ہے

ازواج مطہرات ...

کے عنوان سے لکھ کر کل انیس اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ جمہور کے نزدیک نماز عصر کی مراد کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱۳) جامع ترمذی کے ابواب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ میں حدیث عبداللہ بن مسعود کے بعد امام ترمذی اور ان کے مترجم مولانا بدیع الزماں کا ملا علی قاری کی شرح الموطا کے حوالہ سے تبصرہ مترجم۔

(۱۴) جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ، الساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۵، ص ۹۷۰ باب عند مانی السوات الخ۔ امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں دوسرے صحابہ سے روایات لی ہیں۔ فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۲ نے ان پر جو کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں کی شان نزول بیان کی ہے اور دل میں جو خیالات و اکتسابات ہوتے ہیں ان کا خاصہ الہی دراصل بعد والی آیت لا یكلف اللہ الا وسعہا کے مطابق انسانی وسعت کے مطابق ہوگا۔ نیز الساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۵، ص ۱۲۲ باب لیس بامانیکم

(۱۵) مالک بن انس، موطا، الصلوۃ الوسطی، ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ ابن حجر، فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۷۔ حافظ موصوف نے حضرت حفصہ کی روایت کے کئی طرق بیان کئے ہیں اور دوسری سندیں بھی دی ہیں۔ ان میں سے ایک سالم بن عبد اللہ بن عمر کے طریقہ سے ہے۔ دوسری نافع کے طریق سے۔ اس کے علاوہ انھوں نے تمام انیس اقوال کا تجزیہ اپنے شیخ الشیوخ حافظ صلاح الدین غلانی کے الفاظ میں یہ پیش کیا ہے کہ جن لوگوں نے صلوۃ وسطیٰ سے مراد غیر عصری ہے۔ ان کے دلائل کو تین انواع میں مختصر کیا جاسکتا ہے: اول بعض صحابہ کی تنقیص کہ انھوں نے نص صریح کی بغاوت کی اپنے عدم علم کے سبب، دوم بعض لوگوں نے تاکید کے لیے اس کا اطلاق جمع و مشاء کی نہاد پر کر دیا، سوم حضرت عائشہ اور حفصہ کی روایات پر غوی دھرنی اعتراض غلط ہے اور ان کی احادیث صحیح ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۵، ص ۸۷۰ باب نسا کہ حرث لکم نیز ص ۹۰ باب حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ۔ صرف ابو یوسف کی روایت نقل کی ہے۔ بخاری، کتاب التفسیر۔ باب ۱۱ قول: منہ آیات حکمات، ترمذی، ابواب التفسیر،

ومن سورة آل عمران

فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۵۔ نیز ص ۱۵۸ قروح کے تلفظ و قراءت کے لیے۔ اسی کے بعد حافظ موصوف نے تصریح کی ہے کہ اس باب میں بخاری نے کوئی حدیث نہیں بیان کی ہے۔ گویا کہ بیاض ہے۔ مگر انھوں نے از خود حدیث عائشہ بیان کی ہے جس پر انھوں نے کتاب المغازی میں کافی بحث کی ہے۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱، ص ۶۳۔ باب ما جانی فی عید من جادل بالقرآن اوتاولہ اوقال فیہ برایہ من غیر علم، متا باب قولہ عز وجل

هو الذي انزل عليك القرآن الخ

(۱۷) بخاری، سورۃ آل عمران، باب قولہ: ان فی خلق السموات والارض الخ، باب قولہ: الذين يذكرون الشقيما وتعود الخ۔ باب ۶۳۲ قولہ: ربنا انك من تدخل النار الخ۔ باب ۶۳۲ قولہ: ربنا اننا سمعنا مناديا ينادي للايمان

اصلا یہ ایک ہی روایت ہے جو مختلف انداز سے چار ابواب کے تحت لائی گئی ہے۔ ابن جریر، فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۲ نے بہت ہی مختصر بحث کی ہے جو دراصل حوالہ پر مبنی ہے۔ ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ آل عمران

(۱۸) بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء، باب ۶۳۲ قولہ: وان ختمنا الاقسطوا فی اليتامى، باب ۶۳۵ قولہ: ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف الخ

مسلم، کتاب التفسیر، نے امام زہری کے واسطے سے عروہ بن زبیر سے روایت عائشہ نقل کی ہے۔ احادیث ۱۴۰۲ تا ۱۴۰۵۔ آخری حدیث البتہ ہشام نے اپنے والد سے نقل کی ہے اور اس میں زہری نہیں ہیں۔

فتح الباری، ہشتم ص ۱۶۱۔ نحو کوئی تفسیر میں حضرت عائشہ سے ابن حبان نے ایک حدیث مرفوع بیان کی ہے ص ۱۶۱

(۲۰) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۳۲ قولہ: وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احدكم منكم من الزنا فلا جناح علیکم فی الفواحش الا ما شتمتموه۔ حدیث ام المومنین پر مفصل بحث کتاب التیمم میں کی ہے۔

(۲۱) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۳۲ قولہ: انتم الله علیہم من النبیین

فتح الباری ہشتم ۱۷۱۔ اس حدیث پر مفصل کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور مرض الوفا کے باب میں کیا گیا ہے۔

(۲۲) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۵۶ قولہ: ویستفتونک فی النساء

فتح الباری، ہشتم ۱۷۱۔ حافظ ابن حجر نے بھی مفصل بحث کے لیے اولین حصہ سورہ کا حوالہ دیا ہے۔ انھوں نے ابن ابی حاتم کی ایک روایت کا سدی کے طریق سے یہ ذکر بھی کیا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کی ایک بدصورت نبت عم تھی اور اس نے اپنے باپ کا مال وراثت میں پایا تھا۔ جابر خود نہ اس سے شادی کرتے تھے اور نہ دوسرے کرتے تھے

(۲۳) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۵۷ قولہ: وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا

مسلم کتاب التفسیر حدیث ۱۷۱۰۔ فتح الباری، ہشتم ۱۷۱۔ حضرت رافع بن خدیج کی دوسری جوان بیوی کے آنے کے بعد پہلی عمر بیوی کے بارے میں ہوئے دئے اس واقعہ کو حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ترمذی کے حوالہ سے حضرت سودہ کے بارے میں اور آخر میں کہا ہے کہ آیت کے نزول کا ذکر نہیں ہے تاہم صحیحین میں حضرت سودہ والی آیت کا شاہد موجود ہے۔

(۲۴) ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ النساء

فتح الباری، ہشتم ۱۷۱، الساعاتی، الفتح الربانی جلد ۱۷، باب ۱۱۳ قولہ عز وجل:

والحصنات من النساء الخ یہاں امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر کا قول یا دوسری آیات کی تفسیر حضرت ام سلمہ نہیں نقل کی ہے۔ البتہ سورہ احزاب کی آیت ۵۱ کی شان نزول اس سورہ کے باب ان المسالین والمسلمات (۲۳۸-۹) میں کچھ نئی تفصیل کے ساتھ نقل کی ہے۔ حضرت ام سلمہ کے سوال کے جواب میں آپ خاموش رہے مگر تھوڑی دیر بعد آپ کا منبر سے خطبہ سنا تو انھوں نے اپنے بل گوندھے اور اپنے گھر کے چروں میں سے ایک جگرہ میں گئیں اور کھجور کی ٹٹی (جرید) کے پاس کان لگائے تو آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب

میں فرماتا ہے اور پھر آپ نے پوری آیت تلاوت فرمائی۔

(۲۵) بخاری، کتاب التفسیر، سورہ المائدہ، باب ۶۶۲ قولہ: **قُلْ لَمْ يَكُنْ دَا مَاءً قَبْلُ مَوْجِدًا لِّهَا حَدِيثٌ** ۲۱-۱۳۰

مسلم، کتاب التفسیر؛ ترمذی، البواب التفسیر، سورہ المائدہ، ۵۳۵۱، الفتح، الربانی جلد ۱، ۱۶۷۔ فتح الباری ہشتم ۱۸۹ نے مکمل بحث کے لیے کتاب التیم کا حوالہ دیا ہے اور حدیث عائشہ کے دو وجہ (وجہین) سے مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۲۶) بخاری، سورہ المائدہ باب **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغُوا مَا نَزَّلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ**۔ فتح الباری ہشتم

ملہ ۱۹، مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب التوحید، بخاری سورہ المائدہ باب ۶۶۲ قولہ: **لَا**

يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِالْغُلُوبِ إِذَا بَلَغْتُمْ؛ ترمذی، من سورہ المائدہ، مسلم، کتاب التفسیر۔ نیز فتح

الباری ہشتم ملہ ۱۹ نے مفصل بحث کے لیے الایمان والنذور کا حوالہ دیا ہے۔ اور حضرت

عائشہ کی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قسم کھاتے تو

اسے نہ توڑتے تھے لیکن مجھ میں یہ حضرت ابو بکر کا عمل بتایا گیا ہے۔ نیز ملہ ۱۹ سائب

کے ضمن میں ام المؤمنین کی حدیث کے لیے۔ الساعاتی، الفتح، الربانی، جلد ۱

۵۳۔ باب آخر ما نزل من سور القرآن وآیاتہ اور ملہ ۱۳۵ باب ما جاء في فضلها سورہ المائدہ

(۲۷) ترمذی، البواب تفسیر القرآن ومن سورہ الانعام

فتح الباری، ہشتم ملہ ۲۰۔ امام بخاری نے سورہ مائدہ ۶۷ کے ضمن میں اس روایت کا

ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ مذکورہ بالا ملہ ۲۶

(۲۸) بخاری، کتاب التفسیر؛ اور ترمذی، البواب تفسیر القرآن۔ مذکورہ بالا سورتوں کی تفسیر

حضرت ام رومان اور حضرت عائشہ کی آیات سورہ یوسف کی تفسیریں بالترتیب باب ۲۶،

قولہ: **بَلْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ فَأَنْصِتْ لِأَمْرِ** اور باب ۲۹، قولہ: **يَحْيَىٰ إِذَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ نَقْلِ**

ہوئی ہیں۔ فتح الباری، ہشتم ملہ ۲۸ نے سورہ اعراف کی آیت کریمہ ۱۳۳ میں مذکور لفظ

طوفان کے ضمن میں ابن مردویہ کی ایک روایت حضرت عائشہ کے حوالے سے نقل کی ہے اور کہا

ہے کہ اس سے مراد "طوفان موت" ہے مگر اس کی دونوں سندوں کو ضعیف کہا ہے۔

فتح الباری، ہشتم ملہ ۲۵ حدیث ام رومان کے لیے جو حدیث افک کا ایک حصہ ہے اور جس

پر مفصل بحث سورہ نور کی متعلقہ آیات میں کی گئی ہے۔ فتح الباری، ہشتم ص ۲۵۶ نے حق استیئس الرسول الخ پر خاصی مفصل بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے قرأت ابن عباس کی نہیں بلکہ ان کی تاویل کی مخالفت کی تھی۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱ ص ۱۸۵ باب یوم تبدل الارض غیر الارض الخ

(۲۹) بخاری، سورہ بنی اسرائیل، باب ۵۱، قولہ: وَلَا تَجْزُوا بِلَدٍ وَلَاحِقَاتِهَا۔ بقیہ سورہ کے لیے مذکورہ بالا کی تفاسیر۔ فتح الباری، ہشتم ص ۲۸۲ نے دعا کے لفظ کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضرت عائشہ نے اس لفظ سے اسے مطلق بنادیا اور اس کے عوم میں زمانے کے اندر اور باہر قرآن کی تلامذت کو داخل کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس سے متعلق اور کئی احادیث مختلف طرق سے نقل کی ہیں۔

ابن ماجہ، سنن، کتاب الزہد، باب ذکر البعث، ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱ ص ۱۸۵ و ۲۰۸ نے مسند احمد سے یہ حدیث ذرا فرق کے ساتھ نقل کی ہے۔ اس کی راوی حضرت ام منشر ہیں جنہوں نے حضرت حفصہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنین کے درمیان یہ بحث سنی تھی۔

(۳۰) ترمذی، الواب تفسیر القرآن، من سورۃ الانبیاء

(۳۱) ترمذی، ایضاً، من سورۃ المومنون، ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱ ص ۲۱۵، باب

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا۔ قرأت سے متعلق روایت اسماعیل مکی نے ابو خلف مولیٰ بنی جمع سے بیان کی ہے کہ راوی آخر نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں متغیہ زمزم میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں ام المومنین سے سنا تھا جبکہ تفسیر سے متعلق روایت ترمذی کی مانند مسروق سے مروی ہے۔

(۳۲) بخاری، ایضاً، سورۃ النور، باب ۵، قولہ: إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْأَفْكِ، باب ۷، قولہ:

وَلَوْلَا اذِمْتُمْہُ، باب ۷، قولہ: وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الخ، باب ۸، قولہ: اذِمْتُمْہُ بِالْمُسْلِمِ الخ، باب ۹، قولہ: وَلَوْلَا اذِمْتُمْہُ قَلَمَ مَا يَكُونُ لَنَا انْ نَّحْكُمَ بِهَذَا الخ، باب ۱۰، قولہ: يَنْظُرُكَ اللَّهُ انْ تَعُوذَ بِاللَّهِ اَبْرًا، باب ۸۱، قولہ: وَبَيْنَ اللَّهِ لَكُمْ الْآيَاتِ الخ، باب ۸۳، قولہ: دَلَايِلُ اَوْلِيَ الْغَفْلِ مِنْكُمْ الخ۔ فتح الباری، ہشتم ص ۳۱۵ نے ان تمام روایات پر خاص کر واقو افک سے متعلق حدیث عائشہ پر بہت ہی مفصل کلام کیا ہے۔ اس کے

یہ مزید حوالہ غزوہ مریض کتاب المغازی کا بھی دیا ہے۔

(۳۳) بخاری، ایضاً، سورۃ النور، باب ۸۴، قولہ: **وَلَيْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْيُودِ بَرٌّ**

فتح الباری، ہشتم ص ۳۲ نے فرائد کے حوالہ سے کہا ہے کہ جاہلیت میں عورت اپنی اور منی پیچھے لٹکاتی تھی اور اگلا حصہ کھلا رکھتی تھی۔ اس آیت میں اس کے ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے ابن ابی حاتم کے حوالہ سے ایک اور حدیث عائشہ کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق قریشی عورتوں کی فحشیت تسلیم کرنے کے باوجود حضرت عائشہ نے اس حکم الہی پر عمل کرنے میں انصاف عورتوں کی تعریف کی تھی۔

(۳۴) ترمذی، ایضاً، ومن سورۃ النور۔ ان کے ہاں یہ اس سورہ کی آخری حدیث ہے۔ الساعاتی، الفتح الربانی جلد ۱۵، ص ۲۱۸-۲۱۹، باب ان الذین جاؤا بالاکف، الخیزر الساعاتی، الفتح الربانی جلد ۱۵، ص ۵۹، سیرت عائشہ ص ۱۶، حاشیہ ص ۳۔ سید صاحب نے صرف رضاعت کے بارے میں دارقطنی اور ابن ماجہ کی کتاب الرضاۃ سے محمد ابن اسحاق کی سند پر نقل ہونے کا ذکر کیا ہے ساعاتی نے ابن اسحاق کا ذکر اپنی شرح میں کیا ہے مگر اس روایت میں آیت رجم کا بھی اضافہ ہے۔ بقول سید ندوی "یہ تائید مایاں اور بھوٹ ہے۔"

مولانا فراہیؒ کی نایاب کتابیں اب پھر دستیاب

رسائل الامام الفرائہیؒ فی علوم القرآن

مولانا فراہیؒ کی تین معرکہ الآراء تصانیف کا مجموعہ

۱۔ دلائل النظام: فکر فراہیؒ کی اساس نظم قرآن کی مکمل اور تسلسلہ بخش تشریح۔

۲۔ التکمیل فی اصول التاویل: تفسیر قرآن کے بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔

۳۔ اسالیب القرآن: اسالیب قرآن پر خود قرآن مجید اور کلام عرب کی روشنی میں یہ حاصل بحث۔

عمدہ طبعات، مجلد ریگین، صفحات ۲۸۰ قیمت ۶۵/۰

الانوار { ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید ٹک، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲ }
دارۃ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ